ایک درد بھرے دل کا پیغام ٥ نوجوانانِ ملت کے نام

جماعت اسلامی سے اختلاف کیوں؟

مصنفہ

صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی

الھدیٰ فاؤنڈیشن لاہور

ایک دردمند بھرے دل کا پیغام نوجوانانِ ملت کے نام

جماعت اسلامی سے اختلاف کیوں؟

مصنفہ

صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی

الھدیٰ فاؤنڈیشن لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : جماعت اسلامی سے اختلاف کیوں

مصنف : صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی

اشاعت دوم : 2002ء

تعداد : 1100

ناشر : الہدیٰ فاؤنڈیشن لاہور

قیمت : روپے

ملنے کے پتے

۱ دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع خوشاب

۲ مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

۳ مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور

۴ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

۵ مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ

۶ ضیاء الدین پبلی کیشنز کھارادر کراچی

۷ احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی

۸ مکتبہ دار اخلاص صدف پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

اس مجددِ عصر کے نام کہ جن کی رگوں میں محبت رسول ﷺ لہو بن کر موجزن ہے جن کے دل کی ہر دھڑکن سینے پر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ضرب لگاتی ہے۔

سنت رسول ﷺ جن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ پیغام محبت سے عبارت ہے۔ جنکی عظمت کو اپنے تو اپنے بیگانے بھی سلام کرتے ہیں۔ خوش خلقی اور سادگی جن کا امتیاز ہے۔

جن کے گریہ ہائے سحری اور دعائے نیم شبی سے بے شمار علوم جدیدہ سے علوم عربیہ کی طرف مائل ہوئے۔

جنہیں تحریک پاکستان اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں اور تاریخ کے ہر نازک موڑ پر تو فراعنہ عصر کا دبدبہ دبا سکا اور نہ ہی دنیا داروں کا لالچ جھکا سکا۔

جنہیں دنیا والے تاج الفقہاء، استاذ العلماء، شہباز طریقت، امیر شریعت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی کے نام نامی سے موسوم کرتے ہیں۔

محمد مظہر الحق

پیش لفظ

آج ہم یہ سطور لکھتے وقت بڑا دکھ محسوس کر رہے ہیں کہ اسلام پر اتنے مظالم غیروں نے نہیں ڈھائے جتنے اپنوں نے ڈھائے ہیں۔ اغیار نے تو اسلام کو اپنوں کے سامنے جس صورت میں پیش کیا وہ باعث تشویش تھا ہی مگر بعض مدعیان اسلام نے جو تصور دین پیش کیا ہے وہ ایسا بھیانک ہے کہ اغیار کی تمام تصویریں ان کے سامنے ہیچ ہو گئیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ان لوگوں نے پہنچایا جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام ہی کی جڑیں کاٹتے رہے۔ ماضی قریب میں بعض ایسی تحریکوں نے جنم لیا جن کا مقصد مسلمانوں کے بنیادی عقائد و نظریات کو متزلزل کر کے ملت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تھا۔ ان میں سے ایک جماعت اسلامی کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ یہ لوگ بے پناہ مادی وسائل کے بل بوتے پر اسلامی موضوعات پر وسیع پیمانے پر لٹریچر تقسیم کر کے دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنساتے رہتے ہیں۔

ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ کاش جماعت اسلامی کے اصول اسلام کے خلاف نہ ہوتے۔ کاش جماعت اسلامی سلف و خلف کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوتی۔ کاش جماعت اسلامی آئمہ و مجتہدین سے بغاوت پر آمادہ نہ ہوتی۔ جن کے ذریعے قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم ہم تک پہنچی۔ شراب کہنہ نئے جام میں پیش کی جاتی بات پرانی ہوتی الفاظ نئے ہوتے اسلام کے سچے اصول ہوتے انداز نیا ہوتا۔ تو بات شاید یہاں تک نہ پہنچتی۔ مگر مودودی صاحب تجدید کا بیڑا اٹھا چکے تھے اور پرانے قالب ہی کو بدلنا چاہتے تھے چنانچہ خود مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"قرآن وسنتِ رسولؐ کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں"۔ (تنقیحات ص ۱۱۴ مطبوعہ: کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی)

"اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔" (تنقیحات ص ۱۵ پہلا ایڈیشن)

مودودی صاحب نے تجدید و اقامت دین کا نعرہ بلند کیا تو اس نعرہ کی جاذبیت اور ان کی کامیاب انشاء پردازی سے متاثر ہو کر کئی علماء اور اہل قلم حضرات جماعت اسلامی میں شامل ہوئے۔ لیکن جب مودودی صاحب کے باطل نظریات ان پر عیاں ہوئے تو انہوں نے فوراً جماعت اسلامی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ جماعت اسلامی کو چھوڑنے والوں کی فہرست پر نگاہ ڈالی جائے تو اس میں مولانا جعفر شاہ ندوی (یکے از بانیان جماعت)، مولانا عبدالغفار حسن (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان)، مولانا عبدالجبار غازی پوری (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان)، شیخ سلطان احمد (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان)، مولانا عبدالرحیم اشرف (سابق امیر حلقہ فیصل آباد)، سردار محمد اجمل خان لغاری (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)، راؤ رشید علی خان (ایم۔پی۔اے)، ارشاد احمد حقانی (ایڈیٹر تسنیم)، محمد عاصم الحداد (سابق ناظم دار العروبہ)، مولانا کوثر نیازی (سابق امیر حلقہ لاہور)، مولانا امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ جیسی اہم شخصیات نظر آتی ہیں۔

اتنی بڑی بڑی شخصیات کا جماعت اسلامی میں ۱۶، ۱۶ سال تک رہنے کے بعد اس کو چھوڑنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جماعت اسلامی کے نظریات باطل ہیں۔ اور اس کا تجدید و اقامت دین کا نعرہ محض ایک ڈھونگ ہے۔

مودودی صاحب کی نگاہ بصیرت کا کمال یہ ہے کہ جدھر اٹھتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسے کمزوریاں ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آتی ہے۔ مسلمان کو دیکھا تو حضور اکرمؐ کے دور سے لے کر آج تک انہیں کوئی معیاری مسلمان نظر نہ آیا۔ صوفیا و مشائخ کو دیکھا تو سب جاہلیت کے مصلے پر سربسجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی قابل نہ نکلا۔ کہ اس کے علوم و منہاج کی پابندی اختیار کی جائے۔ مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا۔ سب ناقص و نامکمل ہی ثابت ہوئے۔ صحابہ کرام پر نظر ڈالی تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفائے راشدین پر نگاہ پڑی تو وہ بھی نااہل اور فرمان خدا اور رسولؐ کے مخالف نظر آئے۔ کچھ انبیاء کرام کو دیکھا تو انہیں بھی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب پایا۔ ایک اللہ رب العزت کی ذات باقی ہے۔ جس تک ان کی نگاہ عیب جو کی رسائی محال ہے۔ اگر بفرض محال دیکھ پائیں تو رب ذوالجلال پر بھی تنقید سے باز نہ آئیں۔

ناظرین کرام۔ یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے کہ مودودی شریعت کا نیا لٹریچر ان کے نئے مذہب کی روشن دلیل ہے۔ میں یہ کہنے میں ذرا بھر جھجک محسوس نہیں کروں گا کہ مودودی شریعت کے ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے مضامین سے اہل قرآن کو شر ملتی ہے۔ غیر مقلدیت پنپتی ہے اہل حدیثیت کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ کہیں حنفیت مجروح ہوتی ہے کہیں شافعیت دم توڑتی ہے۔ غرضیکہ یہ وہ اونٹ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔

میں نے ہر قسم کے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قارئین کی عدالت میں مولانا مودودی صاحب کے عقائد و نظریات پیش کیئے ہیں۔ اور یہ کتاب در حقیقت

اُن لوگوں کے لئے ہے جو قبولِ حق کے لیے ہر وقت اپنے دل کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں۔

اور انشاء اللہ یہ کتاب ظاہری محاسن سے متاثر ہو کر جماعت اسلامی میں شامل ہونے والے ذہن و ضمیر پر دستک کا کام دے گی۔

مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جن کا بنیادی مقصد مودودی عقائد و نظریات کو پھیلانا ہے۔ ان میں تنظیم اساتذہ اور اسلامی جمعیت طلبہ زیادہ مشہور ہیں۔

خاکپائے علماء حق

محمد مظہر الحق

جماعت اسلامی کے متعلق مولانا مودودی کے صاحبزادے حسین فاروق مودودی کے تاثرات

(بشکریہ ہفت روزہ "مسلمان" اسلام آباد ۱۹ر فروری ۱۹۸۳ء)

منصورہ جو کہ تحریک کا مرکز بنایا گیا تھا۔ بعض لوگ اسے خالصتاً کاروباری اور تجارتی مرکز کے طور پر استعمال کرتے ہوں تو پھر ہم اپنا ثانوی اور شرعی حق سمجھتے ہیں کہ اس صورت حال پر احتجاج کریں۔

منصورہ کی بیورو کریسی کے روح رواں جناب خلیل حامدی ہیں۔ خلیل حامدی صاحب خالص کاروباری شخصیت ہیں۔ ان کا پروگرام یہ ہے کہ مولانا مودودی کی ذات اور نام کو دعوت اور اقامت کے دین کے نام پر اپنے ذاتی مقاصد کے لئے بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اور انہوں نے ان مقاصد کے لیے متعدد ناموں سے تجارتی، اشاعتی ادارے اور کمپنیاں قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ جماعت کے بعض اکابرین اپنی دنیا بنانے پر لگے ہوئے ہیں۔ ان میں بیشتر لکھ پتی ہو چکے ہیں اور کروڑ پتی بننے کے خواہش مند ہیں۔ مولانا خلیل حامدی صاحب نے سعودی عرب سے ویزے لا کر ان کی غیر اخلاقی اور ناجائز فروخت تک کا کام اسی منصورہ میں بیٹھ کر کیا ہے۔ افسوس کہ توجہ دلائے جانے اور ان کے تسلیم کر لینے پر بھی ان کی کوئی سرزنش نہیں کی گئی۔ مرکز کی قیادت سے ان حضرات نے تحریک امامت دین کو تحریک اقامت شکم بنادیا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی سابق امیر جماعت اسلامی کے تاثرات

"میں نے سولہ سال کے بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا ہے اور اب ایک صحرا میں لکیر کے سہارے تنہا کھڑا ہوں۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۱ جنوری ۱۹۵۸ء)

جماعت اسلامی کے ساتھ سترہ سال رہنے والے

مولانا کوثر نیازی کے تاثرات

مولانا کوثر نیازی صاحب سترہ سال تک نرم گرم ہر قسم کے حالات میں جماعت اسلامی کا ساتھ نبھاتے رہے۔ جماعت اسلامی حلقہ لاہور کے امیر اور...... قیم بھی رہے ہیں۔ ان کے تاثرات ملاحظہ فرمایئے۔

"میں جماعت اسلامی سے فروری ۱۹۶۵ء میں علیحدہ ہوا۔ میں اس وقت جماعت اسلامی حلقہ لاہور کا امیر تھا۔ اختلافات کافی عرصہ سے چلے آرہے تھے۔ جب تک میں دینی علم حاصل نہ کر سکا، عربی زبان نہیں جانتا تھا۔ مودودی صاحب کے لٹریچر کا سحر مجھ پر قائم رہا۔ مگر جب میں براہ راست کتاب و سنت کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہونے لگا۔ اور میں نے علماء مفسرین اور آئمہ و فقہا کی علمی و فکری کاوشوں کو سامنے رکھ کر مودودی صاحب کے لٹریچر کا تقابلی مطالعہ کیا تو مجھ پر مودودی صاحب کے علمی و عملی تضادات آشکارا ہونے لگے اور مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک جداگانہ مذہب ہے۔ یہ بات جماعت کے بہت سے دوسرے لوگ بھی محسوس کرتے ہیں۔ (اور مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ وہ آج بھی محسوس کرتے ہیں) مگر اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد اس کو چھوڑنا آسان کام نہیں۔ رشتے ناطے، کاروبار، تنخواہیں اور اسی بنیاد پر دوستیاں کتنی ہی باتیں ہیں جو حسن بن صباح کی اس جنت سے نکلتے وقت زنجیر پا بن جاتی

ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ بیڑیاں کاٹنے کی توفیق عطا فرمائی۔ (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں مصنفہ مولانا کوثر نیازی ص ۱۱)

جماعت اسلامی میں تضادات کے متعلق

کوثر نیازی صاحب کے تاثرات

- پہلے ہم پارٹی ٹکٹ کو لعنت کہتے تھے اب محاذ کے ساتھ شریک ہو کر غیر صالحین کو بھی ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔
- ہم نوٹ پر قائداعظم کے تصویر چھاپنے پر سخت برہم تھے۔ صدارتی انتخاب میں ہمارے کارکنوں نے ان کی بہن کے تصویری ہولوچ گلی گلی فروخت کیئے۔
- ہم نے پہلے صدارتی سے بڑھ کر امارتی تصور خلافت پیش کیا۔ اب ہم پارلیمانی نظام جمہوریت کو اسلامی قرار دیتے ہیں۔
- پہلے ہم اسمبلیوں میں اراکین کی الگ پارٹیاں بنانے کو غیر اسلامی قرار دیتے تھے۔ بعد میں ہم نے خود اس پر عمل کیا۔
- پہلے ہم مخلوط (مردوزن کے ملے جلے) جلسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اب مخلوط جلسوں کی صدارت کرتے ہیں اور ان میں تقریریں کرتے ہیں۔
- پہلے ہم علماء کے اتحاد کی کوشش کرتے اور موجودہ پارٹیوں کو ساتھ ملانا غلط سمجھتے تھے۔ اب علماء کے اتحاد سے بے نیاز اور سیاسی پارٹیوں کے محاذ کو مضبوط کرنا تقاضائے اسلام سمجھتے ہیں۔
- پہلے ہم خواتین کو ووٹ کا حق دینے میں راضی نہ تھے اب ان کی صدارت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔
- پہلے ہم طلبا کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے روکتے تھے۔ اب ان سے عملی

سیاست میں شریک ہونے کی اپیلیں کرتے ہیں۔

- ○ پہلے ہم جلسوں اور نعروں کو غیر اسلامی کہتے تھے۔ اب غلاف کعبہ تک کے جلوس نکالنے اور اپنے رہنماؤں کے لئے زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔
- ○ پہلے ہم انسانی (غیر اسلامی) قوانین پر چلنے والی عدالتوں میں مقدمات لے جانا گناہ سمجھتے تھے۔ اب ان ہی عدالتوں کو ہم عدل و انصاف کا محافظ قرار دیتے ہیں۔
- ○ پہلے ہم وکیلوں کو شیطانی برادری کا رکن سمجھتے تھے اب ان ہی کو جمہوریت کا سر پرست سمجھتے ہیں۔ (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۳۰ مصنفہ کوثر نیازی)

جماعت اسلامی اور مودودی کے متعلق اکابرین دیوبند کی آراء

اہل سنت کے مقابلہ میں جماعت اسلامی اور علماء دیوبند دونوں اپنے بنیادی مذہب فکر کے اعتبار سے آپس میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود علماء دیوبند جماعت اسلامی کے نظام فکر و عمل کو باطل اور دین و ملت کے لئے مہلک سمجھتے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں:

"آپ کی تحریک اسلامی، خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ فرق قدیمہ اور مثل قادیانی، چکڑالوی، مشرقی، نیچری، مہدوی، بہائی وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلامی بنانا چاہتی ہے اور اس کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کو نہ دیکھنے دوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۳۷۷)

علماء دیوبند کا متفقہ دعویٰ

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ آئمہ ہدایت کے اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے اور دین سے صحیح وابستگی قائم رکھنے کے لیے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیے اس میں کمی آجاتی ہے۔ جو یقیناً مسلمانوں کے دین کیلئے مضر ہے۔ اس لئے ہم ان امور کو اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

(دو مسئلے ص ۱۶ شائع کردہ دار العلوم دیوبند)

حکیم الامت علماء دیوبند مولانا اشرف تھانوی کی رائے

"میرا دل اس رائے کو قبول نہیں کرتا" (خاتم السوانح ص ۱۴۴)

مولانا احمد علی لاہوری دیوبندی کی رائے

برادران اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بہ نظر غور دیکھا جائے تو ان کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک "نیا اسلام" مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگ "نیا اسلام" تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کے در و دیوار منہدم کر کے دکھا دیئے جائیں۔ اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لیے پھرتے ہو وہ نا قابل قبول ہے اور نا قابل ہو گیا ہے۔ اور اس لیے نئے اسلام کو مانو اور اس پر عمل کرو جو مودودی صاحب پیش کر رہے ہیں۔

(حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب مصنفہ مولانا احمد علی)

مولانا غلام اللہ خان آف راولپنڈی نے کہا

مودودی کے نظریات کو ماننے والوں کے خلاف بیان کرنا ضروری ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ہفت روزہ شہاب ۹؍ جنوری ۱۹۷۰ء)

علماءِ دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی رائے

"میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالرائے ہے۔ جس کے متعلق وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں منقولات کی طرف التفات نہیں کیا۔"

(فتنہ مودودیت مصنفہ مولانا محمد زکریا ص ۴۳)

اس کے علاوہ اکابرین دیوبند نے جماعت اسلامی کے رد میں بے شمار کتابیں لکھیں۔ جن میں اہم (۱) اعفاءاللحیہ (۲) مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں (۳) مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت (۴) ایمان و عمل (۵) مکتوبات ہدایت (۶) استفتائے ضروری (۷) کلام طیب (۸) دارالعلوم کے ایک فتوئی کی حقیقت (۹) کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں (۱۰) تنقید اور جماعت اسلامی (۱۱) مودودی جماعت کے عقیدہ تنقید پر تبصرہ (۱۲) مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی (۱۳) فتنہ مودودیت۔

مذکورہ بالا معروضات سے مدعا صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ علماء دیوبند جو توہین رسولؐ، تحقیر اسلاف اور اپنے اعتقادی مفاسد کے لیے نصف صدی سے سارے جہاں میں مورد الزام ہیں وہ بھی جماعت اسلامی کی بے راہ روی اور فکری الحاد سے خاطر برداشتہ ہیں۔

ع اس کو دیوانے بھی کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے

غیروں کی شکایت کسی خارجی جذبے پر مبنی ہو سکتی ہے۔ لیکن اپنوں کا برہم ہونا بلاوجہ نہیں ہے۔

مولانا مودودی صاحب کے عقائد و نظریات

توحید کے متعلق مولانا مودودی کا نظریہ

"انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر، خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو، خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس کے قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد و اختیار، طوعاً و کرہاً خدا ہی کی تسبیح کر رہا ہے۔ اسی کی عبادت میں لگا ہوا ہے۔" (تفہیمات ج اول ص ۴۳)

اس مقام پر مودودی صاحب نے سخت ٹھوکر کھائی ہے انہوں نے تسبیح و عبادت کو ایک مفہوم میں سمجھا۔ حالانکہ دونوں کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تسبیح کہتے ہیں امکان و حدوث کے نقائص سے خدا کی پاکی کا اظہار کرنا (دستور العلماء۔ کتاب التعریفات للجرجانی) اور عبادت کہتے ہیں خدا کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے اپنی خواہش نفس کے خلاف کام کرنا (دستور العلماء تلویح، کتاب التعریفات) اس لحاظ سے انسان کا وجود اس کی تمام نقل و حمل حرکت ہر وقت خدا کی تسبیح میں ہے کہ اس کی پوری ہستی خدا کے امکان و حدوث سے پاک ہونے کی ایک خاموش شہادت ہے۔ مفسرین کرام نے قرآن کی اس آیت کے اسی مفہوم پر عمل کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان میں جتنی مخلوق ہے وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔

علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے مرتبہ ذات میں زمین و آسمان کی ہر چیز خدا کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ یعنی زبان حال سے اپنے خالق کے

پاک و منزہ ہونے کی ہر وقت شہادت دیتی ہے۔

تسبیح کا یہ مفہوم انسان کی ہر حالت پر صادق آتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ کفر کی حالت میں رہے یا ایمان کی حالت میں وہ بلا مقصد و اختیار طوعاو کرھاً ہر وقت خدا کی تسبیح میں مشغول ہے۔ خلاف عبادت کے کہ اس کا مفہوم انسان کی صرف اس حالت پر صادق آتا ہے جب کہ وہ خدا کی تعظیم و خوشنودی کے لیے اپنی خواہش نفس کے خلاف کوئی کام کر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ کفر و انکار اور پتھروں کے آگے سجدہ ریز ہونے کی حالتوں میں خدا کی تعظیم و خوشنودی کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بت پوجنے والے، پتھروں کے آگے سجدہ کرنے والے اور خدا کے ساتھ کفر کرنے والے کے متعلق یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ وہ ان حالتوں میں بھی خدا کی عبادت کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا مودودی کا یہ نظریہ قرآن کی ان بے شمار آیتوں سے متصادم ہے جن میں مشرکین اور بتوں کے پرستاروں کے متعلق برملا کہا گیا ہے کہ وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے، شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ بقول مولانا مودودی کے اگر بت کا پجاری بھی خدا ہی کا عبادت گزار ہے تو قرآن نے اتنی شدت کے ساتھ اس کا انکار کیوں کیا ہے؟ ایک ہی جنبش قلم میں مولانا موصوف نے توحید و ایمان کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے اور سیاہی کے صرف ایک قطرہ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی پوری تاریخ مسخ کر دی یہاں تو مولانا مودودی نے عبادت و توحید کے مفہوم میں اتنی وسعت پیدا کر دی ہے کہ شرک کو عبادت، بت پرستی کو خدا پرستی اور مشرک کو خدا کا بندہ پرستار مانتے ہوئے بھی نہ ان کا عقیدہ توحید مجروح ہوا ہے اور نہ عبادت کے مفہوم پر کوئی حرف آیا ہے۔ لیکن یہی مولانا مودودی انبیاء و اولیاء کے ان عقیدت مند مسلمانوں کو جو ظاہر سے باطن تک زندگی کے تمام

مراحل میں مومن ہیں، موحد ہیں، عابد ہیں، کلمہ گو ہیں، بے دریغ مشرک سمجھتے ہیں۔ مولانا کی نظر میں نہ ان کا کلمہ کلمہ ہے۔ نہ ان کی عبادت عبادت ہے۔ نہ ان کی توحید توحید ہے اور نہ ان کا اسلام اسلام ہے۔ ذرا نیرنگیٔ فکر دیکھئے کہ کوئی مشرک ہو کر بھی خدا کا بندہ پرستار ہے اور کوئی خدا کا بندہ پرستار ہو کر مشرک ہے۔ یعنی کوئی مشرک ہو کر مشرک نہیں ہے اور کوئی مومن ہو کر بھی مشرک ہے۔ تجدید احیاء دین ص ۱۱ پر مولانا مودودی رقمطراز ہیں۔ "انبیاء علیہ السلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد و قہار کی خدائی کے قائل ہو گئے۔ وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں مگر انبیاء و اولیاء، شہداء صالحین، مجاذیب، اقطاب، ابدال، علماء مشائخ، ظل اللہوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی رہی۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنا لیا۔"

دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ وضاعت کے ساتھ گل افشانی فرماتے ہیں۔

جاہلیت مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا۔ توحید کے راستہ سے ہٹا کر ان کو ضلالت کی بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بت پرستی تو نہ ہو سکی۔ باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ رہی جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا ہو۔"

پرانی جاہلی قوم کے جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے مشرکانہ تصورات لیے چلے آئے۔ اور یہاں ان کو صرف اتنی تکلیف کرنی پڑتی ہے کہ پرانے معبودوں کی جگہ بزرگان اسلام سے کچھ معبود تلاش کریں۔ پرانے معبود کی جگہ مقابر اولیاء سے کام لیں۔" (تجدید و احیاء دین ص ۲۵)

بد مست شرابی کی طرح قلم کی آوارگی ملاحظہ فرمائیے۔ دنیا کا کوئی مسلمان ہے جو انبیاء اور اولیاء کو اپنا معبود سمجھتا ہے اور بتوں کی جگہ قبروں کی پوجا کرتا ہے۔ اس

طرح کا کوئی فرضی مسلمان مولانا مودودی کی دنیائے خیال میں ہو تو ہو واقعات کی دنیا میں ہرگز نہیں ہے۔

خدا کا محبوب و مقرب بندہ سمجھ کر بزرگان کے مقابر کی زیارت و روحانی استفادہ اور مقدس ہستیوں کے آثار کا تحفظ اگر مولانا کے نزدیک بت پرستی ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ جاہلیت مشرکانہ کی نہیں بلکہ عہد اسلام کی یادگار ہے۔

خود قرآن نے مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ اور صفا و مروہ کو سعی کی جگہ بنانے کا حکم دے کر تعظیم آثار کے عقیدہ پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ پھر جن مزارات اور مقابر کو مولانا مودودی صنم خانے سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان میں روضہ رسول، مزارات اہل بیت و صحابہ اور اولیاء شامل ہیں۔

یہ سب آج نہیں بنالئے گئے بلکہ عہد صحابہ سے لے کر آئمہ مجتہدین، مشائخ و محدثین اور فقہائے اسلام کے دور تک جس دن کسی مقرب خداوندی کو سپرد خاک کیا گیا اسی دن سے اس کے مزار کی حفاظت شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس مزار کی رونق و آبادی کا اہتمام قرن اول سے شروع ہو کر بعد میں آنے والے صلحائے امت تک ہر قابل اعتماد دور میں ہوتا رہا۔

بزرگان دین کی مربوط اور مسلسل جدوجہد کے بعد کہیں جا کر آج ہمیں عہد قدیم کے ایک مزار کی زیارت نصیب ہوئی اگر یہ زیارت اور روحانی استفادہ بت پرستی ہے تو بتایا جائے کہ چودہ سو برس کی طویل مدت تک اس مزار کو باقی رکھنے کے لیے ایک عظیم اہتمام کا مقصد کیا تھا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اللہ والوں کا مزار چودہ سو برس کی اسلامی روایات کا ایک محفوظ اور قابل فخر سرمایہ ہے۔ جو ان روایات پر زبان طعن دراز کرتا ہے وہ پوری تاریخ اسلام سے نہ صرف دنیا کو بدگمان کرانا چاہتا

ہے بلکہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ ان سارے ادوار میں توحید خالص کے اقتدار کا ایک دور بھی نہیں گزرا۔ اگر خدا کا محبوب بندہ سمجھ کر بزرگوں کے مقابر کی زیارت و روحانی استفادہ کا نام شرک ہے تو مجھے کہنے دیجئے کہ اسلامی تاریخ کے تمام طبقات کو مشرک تسلیم کرنے کی بہ نسبت یہ تسلیم کرنا زیادہ آسان اور قرین عقل ہے کہ مولانا مودودی کا ذہن ہی مشرک ساز اور کافر گر ہے۔

انبیاء کرام کے متعلق مودودی صاحب کا عقیدہ

"لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لے لی۔"

(الجہاد فی الاسلام ص ۱۴۷ مصنفہ مودودی صاحب)

مودودی صاحب کی اس دل آزار عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور اکرمﷺ وعظ و تلقین میں ناکام ہو گئے اور پھر آپ نے اسلام کو بزور بازو پھیلانے کے لئے تلوار ہاتھ میں لے لی۔ دشمنان اسلام یہودیوں وغیرہ نے ہمیشہ رسول اکرمﷺ اور جماعت صحابہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے بزور شمشیر اسلام پھیلایا۔ تو گویا نام نہاد مفکر اسلام نے اپنی خانہ ساز تحقیق کے دریا بہاتے ہوئے دشمنان اسلام کے اعتراض کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔

() نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔

(رسائل و مسائل حصہ اول ص ۳۱ طبع دوم)

مودودی صاحب نے اللہ کے ایک برگزیدہ اور معصوم نبی پر گناہ کرنے کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ در حقیقت انہوں نے حربی کافر کو قتل کیا تھا جو ہر لحاظ سے جائز تھا۔

() پھر اس اسرائیلی چرواہے کو بھی دیکھیے جس سے وادی مقدس طوی میں بلا کر

باتیں کی گئیں وہ بھی عام چرواہوں کی طرح نہ تھا۔ (تفہیمات ص ۲۹۴ حصہ اول)

وہ حضرت موسیٰ کہ جن کی عظمت شان پر قرآن گواہ ہے۔ فرمایا:

وکان عند اللہ وجیھا: اللہ تعالیٰ جنہیں ذی وقار کہہ رہا ہے مودودی صاحب انہیں چرواہا کہہ رہے ہیں۔

○ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا۔

(تفہیم القرآن حصہ دوم طبع اول حاشیہ ص ۳۱۲)

مودودی صاحب کا قلم ایک بدمست شرابی کی طرح دامن نبوت پر چھینٹے اڑانے کی ناپاک کوشش کر رہا ہے۔ ایک عام شریف آدمی سے بھی بعید ہے کہ وہ اپنے فرض منصبی سے کوتاہی کرے۔ چہ جائیکہ اللہ کے معصوم نبی ایسا کریں۔

○ یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا۔ جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔ (بحوالہ تفہیمات ص ۱۲۲ طبع چہارم)

مودودی صاحب کا حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈکٹیٹر کہنا اور ان کو بدترین ظالم مسولینی کے ساتھ تشبیہ دینا ان کی توہین اور تنقیص ہے۔ اگر یہی الفاظ مودودی صاحب کے لئے استعمال کر دیئے جائیں تو ان کا کوئی عقیدت مند ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔ اگر ایسے الفاظ مودودی صاحب کے لیے ان کے معتقدین گستاخی سمجھتے ہیں تو کیا یہ الفاظ بارگاہ نبوت میں گستاخی نہ ہوگی۔

○ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبہ کا شکار ہو گئے۔ (تفہیم القرآن ص ۳۴۴ جلد دوم)

○ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔ (تفہیمات جلد دوم ص ۴۳ طبع دوم)

○ انبیاء کرام سے قصور بھی ہو جاتے ہیں اور انہیں سزا تک دی جاتی ہے۔

(ترجمہ القرآن ص ۱۵۸ مئی ۱۹۵۵)

○ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲ طبع دوم)

○ حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کے حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا۔

اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۳۲۷ طبع اول)

اللہ رب العزت نے تو داؤد علیہ السلام کو انسانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا۔ لیکن بقول مولانا مودودی کے بہکے ہوئے قلم کے کہ وہ خواہش نفس کا شکار ہو گئے اور اقتدار کا انہوں نے نامناسب استعمال کیا۔

○ اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں۔ (تفہیمات ص ۱۶۲ بعنوان کیا رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے)

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس جسارت کو کہ انبیاء کرام کے پاک نفوس کے لئے بھی نفس شریر کے الفاظ کو استعمال کر رہا ہے۔ گویا کہ جس طرح عام انسانوں کیلئے نفس شریر کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہ السلام کے پاس بھی نفس شریر ہوتا ہے۔

() نبی اکرم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی اور جس کے اثرات تھوڑی سی مدت گزرنے کے بعد دریائے سندھ سے لے کر اٹلانٹک کے ساحل تک دنیا کے ایک بڑے حصے نے دیکھے اس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین مواد مل گیا تھا جس کے اندر کریکٹر کی زبردست طاقت موجود تھی۔ اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے۔ (اسلامی نظام زندگی ص ۲۶۸ بعنوان بنیادی انسانی اخلاقیات)

تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی اگر ایسے صاحب صلاحیت افراد رسول خدا کو نہ ملتے تو ہرگز ہرگز یہ کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کامیابی کا سبب افراد کی صلاحیت ہے نہ کہ رسول خدا کی تربیت۔

() اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر حضرت محمد ﷺ کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگ جانا۔ نقص سے پاک، بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب کی ہے۔ لہذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کرو۔ اور اسی ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس ۲۳ سال کے زمانۂ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں انہیں معاف فرما۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۱۵۶، ۱۴واں ایڈیشن تصنیف ابوالاعلیٰ مودودی)

قارئین کرام! دربار رسالت میں اس سے بڑھ کر دریدہ دہنی کیا ہو سکتی ہے کہ مودودی صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ پر فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیوں کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام معصوم ہیں۔

قرآن مجید اور اسلامی حدود کے متعلق رائے

قرآن کے قانون سزا پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ فرماتے ہیں۔

() اسی طرح حد سرقہ کو بھی قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اسی سوسائٹی کیلئے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں۔ قطع ید اور اسلامی نظم معیشت میں ایسا رابطہ ہے جس کو منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں یہ نظم معیشت قائم ہو، وہاں قطع ید عین انصاف ہے اور مقتضائے فطرت ہے۔ اور جہاں نظم معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۱، ص ۲۸۲)

() ایسی جگہ تو چور کے لیے ہاتھ کاٹنا ہی نہیں بلکہ قید کی سزا بھی بعض حالات میں ظلم ہوگی۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۲)

() جہاں ہر طرف بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتے کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں، جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ بہت معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۱)

ظاہر ہے قرآن نے زنا وغیرہ کی جو سزا مقرر کی ہے اس میں کسی ماحول کا بھی استثناء نہیں کیا اور یہ مودودی صاحب کی نظر میں بلاشبہ ظلم ہے۔ اب مودودی

حضرات ہی بتائیں کہ حدود کے متعلق آیتوں کو منسوخ یا مقید کیے بغیر قرآن کو اس سنگین الزام سے کیونکر بچایا جائے۔

اسی قرآن کے متعلق دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

قرآن کریم نجات کے لئے نہیں ہدایت کے لئے کافی ہے۔

(تفہیمات جلد اول ص ۳۱۲)

یعنی مولانا مودودی صاحب کے نزدیک قرآن صرف ہدایت کی ضمانت دیتا ہے، نجات کی ضمانت نہیں دیتا۔ بتایا جائے کہ جو لوگ ہدایت کے ساتھ ساتھ نجات بھی چاہتے ہیں۔ وہ قرآن کے علاوہ کس کتاب کو مشعل راہ بنائیں۔

سنت اور بدعت کی انوکھی تعریف

"جو امور آپ (رسول اللہ ﷺ) نے عادتاً کئے ہیں انہیں سنت بنا دینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ان عادات کو اختیار کرلیں۔ اللہ اور رسول کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہ تھا یہ دین میں تحریف ہے۔ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریف دین ہے۔ جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔"

(رسائل و مسائل جلد دوم ص ۳۰۰ بحوالہ منصب رسالت نمبر)

اپنی جماعت کو رسول خدا کی مکمل پیروی سے متنفر کرنے کے لئے یہ کہنا کہ یہی خدا اور رسول کا منشا ہے۔ یہ قلم کی اتنی بڑی فریب کاری ہے جس کی مثال تاریخ صحافت میں نہیں ملتی۔ مودودی صاحب کے قول کے مطابق خدا اور رسول کا ہی یہ منشا ہے کہ رسول کو ایک پسندیدہ زندگی کے لئے نمونہ کا آدمی نہ سمجھا جائے۔ ان کی ہر بات

کی پیروی نہ کی جائے۔ ان کی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک حصہ کی اتباع سے اپنے آپ کو قطعاً آزاد کر لیا جائے۔ ورنہ دین میں بہت بڑا فتور پیدا ہو جائے گا۔ ارباب انصاف اس مقام پر ذرا استدلال کی ساحری ملاحظہ فرمائیں کہ رسول سے امت کو چھڑانے کے لیے رسول ہی کو درمیان میں لایا جارہا ہے۔

اب میں مودودی صاحب کے پیروکاروں سے نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دین کی تحریف اور بدعتوں کی ہلاکتوں سے بچنے کے لئے رسول خداً کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کرنا اور حضور اکرمؐ کے جملہ افعال و اقوال کے درمیان عادی اور غیر عادی کا امتیاز کرنا نیز پیغمبرانہ اور غیر پیغمبرانہ حیثیتوں میں خط فاصل کھینچنا کیا یہ ایمان و حق کی سلامتی ہے یا الٹا گمراہی ہے۔ قرآن تو رسول خدا کو نمونے کا آدمی ٹھہراتا ہے۔ جس کا واضح مطلب ہے کہ ہمیں رسول خدا ﷺ کی پوری زندگی کا عکس اپنے اندر اتارنا چاہیے۔ لیکن ذرا عقل کرشمہ ساز کا تماشہ دیکھیے کہ جو دین کی روح ہے اسی کو دین کی تحریف کہا جارہا ہے۔ اور جو اصل سنت ہے اس کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔

بہرحال کچھ بھی ہو اتنی بات تو اپنی جگہ پر طے ہے کہ جو لوگ آج رسول خدا کی زندگی کے ایک حصے کی پیروی سے بھی آزاد ہو گئے۔ کیا عجب کہ کل دوسرے حصے کی پیروی سے بھی آزاد ہو جائیں۔

صحابۂ کرامؓ پر تنقید

برسوں کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہؐ ان کو میدان جنگ میں لائے اور باوجودیکہ ان کی ذہنیت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصل سپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے۔ (ماہنامہ ترجمان القرآن بابت ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

جلد نمبر ۱۲ ص ۲۹۱ صدرالدین اصلاحی نے لکھا۔

صحابہ کرام باربار غلطیاں کر جاتے تھے۔ شاید کہ مودودی شریعت میں صحابہ کرام کی روح کو ایصال ثواب کا اور صحابہ کرام کے بے مثال کام پر خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔

() ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بعض اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔

(تفہیمات جلد اول ص ۳۰۲ بعنوان مسلک اعتدال)

تاریخ اسلام میں آج تک صحابہ کرام کی افہام و تفہیم کے ان اختلافات کو اس قدر قبیح اور مکروہ انداز میں بہ مشابہ اعدائے دین کسی سلیم العقل انسان اور راسخ العقیدہ مسلمان عالم یا مؤرخ نے پیش نہیں کیا۔

() اسلام کی عاقلانہ ذہنیت کسی خفیف سے خفیف غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کر سکتی اور اس معاملے میں اس قدر نفس اس کی حدود کی تمیز ہے کہ حضرت خالد جیسے صاحب فہم انسان کو بھی اس کی حدود کی تمیز مشکل ہو گئی۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن۔ ربیع الثانی ۵۷ ۱۳ھ ص ۲۶۵)

معاذ اللہ نفس کے میلانات سے وہ اس درجہ متاثر تھے کہ اسلامی اور غیر اسلامی جذبے کے درمیان وہ تمیز نہ کر سکے۔ اسلام کی عاقلانہ ذہنیت بس یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، حضرت خالدؓ اور عام صحابہ پر تبصرہ کیا جائے اور کہا جائے کوئی چوک گیا، کوئی حدود کی تمیز نہ کر سکا۔ کسی میں خصوصیات کی کمی تھی، کسی میں جاہلیت کا جذبہ عود کر آیا تھا۔ بس ایک مودودی صاحب صاف ستھرے ہیں جو کہ نہ چوکتے ہیں نہ بھولتے ہیں۔

بڑے پاک دامن بڑے پاک طینت
ریاض آپ کو بس ہمیں جانتے ہیں

اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا۔ ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں اس لیے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماع کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا۔ اس کے بعد حضرت علی آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔

(تجدید و احیائے دین ص ۳۶ "جاہلیت" مصنفہ مودودی صاحب)

تقابل کرنے میں یہ اعتدال کی راہ نہیں کہ کسی صحابہ کی تنقیص کی جائے۔
مذکورہ بالا اقتباس حضرت عثمانؓ جیسی عظیم شخصیت پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اسلام کی کوئی مخلصانہ خدمت نہیں بلکہ اس پردے میں خود اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی جارہی ہیں۔

() لیکن دنیا تو ہر بلندی کے آگے سر ٹیک دینے کی خوگر تھی۔ اور ہر بزرگ انسان کو مقام بشر سے کچھ نہ کچھ برتر ہی سمجھتی رہی تھی چنانچہ اسی تخیل کا اثر مٹتے مٹتے بھی کبھی کبھی نمایاں ہو جاتا تھا۔ غالباً یہی شخص عظمت کا تخیل تھا جس نے رحلت مصطفوی کے وقت اضطراری طور پر حضرت عمر کو مغلوب کر لیا تھا۔ لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود اس جگر گداز خبر کو سن کر کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ حضرت عمر جیسا تربیت یافتہ مسلمان بھی وفور جذبات میں توازن کھو دیتا ہے۔ یعنی حضرت عمر

کے قلب سے وہ جذبہ اکابر پرستی جو زمانہ جاہلیت کی پیداوار تھا، آنحضرت کی وفات تک بھی پوری طرح محو نہ ہوا تھا اور آخر کار آنحضرتؐ کی وفات کے وقت ابھر آیا۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن بابت ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ص ۲۸۸)

از صدر الدین اصلاحی: حضور اکرمؐ کے وصال پر حضرت عمر کا مضطربانہ سوال ان کے وفور عشق و محبت کا نتیجہ تھا یا اس جذبہ اکابر پرستی کا جو زمانہ جاہلیت کی پیداوار تھا۔

چنانچہ یہ یہودی اخلاق ہی کا اثر تھا کہ مدینہ میں بعض انصار اپنے مہاجر بھائیوں کی خاطر اپنی بیویوں کو طلاق دے کر ان سے بیاہ دینے پر آمادہ ہو گئے۔

(تفہیمات حصہ دوم حاشیہ ص ۳۵ طبع دوم)

یہاں مودودی صاحب نے یہودیت پروری کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ دنیا بھر کے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سب کچھ تربیت مصطفیٰؐ کا نتیجہ تھا کہ ان میں آپس میں اخوت و محبت کا اتنا بے نظیر جذبہ پیدا ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا۔ اور غلط کام بہر حال غلط ہے۔ خواہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ ہی دین کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ مصنفہ مودودی صاحب)

حقیقت یہ ہے کہ عاصی لوگ نہ کبھی عہد نبوی میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

(تفہیمات حصہ اول ص ۳۷۹)

ظاہر ہے کہ عہد نبویؐ میں جو عاصی لوگ تھے وہ بھی صحابی تھے۔ مگر صد افسوس کہ مودودی صاحب کی عیب جو نگاہ ان کو بھی مسلمان نہیں سمجھتی۔

مولانا مودودی کا مسلمانوں کو کافر بنانا

○ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض چیز ان کے ذمے ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کعبہ یورپ کو جاتے آتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر حج کا ارادہ تک ان کے دلوں میں نہیں گزرتا۔ وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان کہتا ہے۔

(خطبات حصہ چہارم ص ۲۸، ۲۹، "حج کی تاریخ")

ساحل جدہ سے گزر جانے والا خواہ کچھ کہے یا نہ کہے لیکن اس کی نیت پر حملہ کر کے اسے کافر بنانا یہ تو آپ جیسے مجتہد العصر کو زیب دیتا ہے اس پر طرفہ تماشا یہ کہ جو اس غریب کو مسلمان سمجھے وہ قرآن سے جاہل ہے کفر کی خانہ ساز مشین گن مودودی صاحب کے ہاتھ میں ہے اس کی پرواہ کئے بغیر چلائیے کہ کس کا کلیجہ چھلنی ہو گا۔

○ جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ نکلیں تکفیر کے ذریعہ ان کو جماعت سے خارج کر دیا جائے اور اس طرح جماعت کو غیر مناسب عناصر سے پاک کیا جاتا رہے۔

(سیاسی کشمکش جلد سوم ص ۲۱ مصنفہ مودودی صاحب)

اور پھر جس طرح داخلہ کے لئے اور مسلمان سمجھنے کے لئے جماعت اسلامی کی اپنی وضع کردہ شرائط ہیں۔ اسی طرح اخراج کے لئے اور کافر و مرتد قرار دینے

کے لئے بھی اس جماعت کے اپنے ضوابط ہیں۔ جماعت اسلامی اگر کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ اسلام ہی اس کی تمام تر فکری اور عملی سرگرمیوں کا مرکز ہے تو میں جماعت کے تمام ذمہ دار افراد سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ قرآن و حدیث میں اس کی سند کہاں موجود ہے کہ جو مسلمان تعلیم و تربیت کے باوجود ناکارہ نکل جائیں ان پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے انہیں اسلام سے خارج کر دیا جائے اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جماعت اسلامی مسلمانوں کا کوئی ذیلی دائرہ یا تنظیم نہیں بلکہ ایک متوازی دائرہ اسلام ہے۔ جو جماعت اسلامی کے دائرہ میں داخل ہو، وہی دائرہ اسلام میں داخل ہے اور جو جماعت اسلامی کے دائرہ سے خارج ہوا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

○ اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان کہلائے جانے کی گنجائش نہیں ہے جو نماز نہ پڑھتا ہو۔ (حقیقت صوم و صلوٰۃ ص ۱۸)

○ یہاں کروڑوں کی تعداد میں ایک ایسی قوم بستی ہے جو نہ پوری مسلمان ہے نہ پوری غیر مسلم۔ (سیاسی کشمکش ص ۱۲۰)

سلف صالحین پر مودودی صاحب کی تنقید

مولانا صاحب کے بے لگام قلم نے سلف صالحین کو بھی معاف نہیں کیا۔ وہ خود تحریر کرتے ہیں۔

○ "میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ جو کچھ حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اسے صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں۔ (رسائل و مسائل جلد اول ص ۳۹۴)

مفسرین و محدثین پر تنقید

○ قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو۔ (تنقیحات ص ۳۱۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

○ قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں۔ (تنقیحات ص ۱۱۴ پانچواں ایڈیشن)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ تفسیر و حدیث کا نیا ذخیرہ کہاں سے فراہم ہو سکتا ہے۔ امت کے اس پاک طینت گروہ پر جس نے جگر کا خون جلا کر احادیث کا ذخیرہ جمع کیا اور اس فن کو اسلام کا عظیم الشان فن بنا دیا۔ مولانا مودودی ان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

○ "محدثین پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرتاً اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے۔ انسانی کاموں میں بعض نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان کے کام بھی محفوظ نہ تھے۔" (تفہیمات ص ۲۹۲)

ایک سوال کے جواب میں فن حدیث کے نظام عمل کو یوں مسخ کرتے ہیں۔

○ "آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔"

(رسائل و مسائل ص ۲۲۹ جلد اول)

مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ پر نکتہ چینی

○ "پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کاموں میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔" (تجدید و احیائے دین ص ۷۳)

آئمہ مجتہدین پر نکتہ چینی!

وہ آئمہ اسلام جنہوں نے قرآن و حدیث کے احکام و قوانین کی تشریح فرمائی اور علم فقہ کے نام سے اسے ایک عظیم الشان فن بنا دیا اور جن کے گرانقدر احسانات امت مسلمہ پر ہیں ان کے متعلق مولانا مودودی یوں رقمطراز ہیں۔

"اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لیے ایسی مستقل قوت اجتہادیہ درکار ہے۔ جو مجتہدین سلف میں سے کسی کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو"

(تجدید و احیائے دین ص ۸۰)

امت کے مجددین پر نکتہ چینی

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہر سو برس میں اللہ تعالیٰ ایک مرد کامل پیدا کرتا ہے جو تائید الٰہی کے بل پر دین حق کو باطل کی آمیزش سے پاک کرتا ہے شریعت کی زبان میں اسے مجدد کہا جاتا ہے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں کہ تیرہ سو برس میں جتنے مجددین پیدا ہوئے سب کے سب ناقص تھے۔ مجدد کامل کی جگہ اب تک خالی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہے۔

○ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے

اس کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام اب تک خالی ہے۔ (تجدید و احیائے دین ص ۳۱)

مولانا مودودی صاحب کے پیروکار وضاحت کریں کہ کیا حضور اکرمؐ نے صرف ناقص مجددین کی خبر دی ہے اور پھر کیا تیرہ سو برس کی مدت میں حضورؐ کا فرمان ابھی کامل طور پر پورا نہ ہوا؟ بہر حال آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ مولانا مودودی نے بڑی کاوش سے ایک خالی جگہ کا سراغ لگا لیا ہے وہ دیر یا سویر اس پر فائز ہو کر رہیں گے۔

تحریک پاکستان میں جماعت اسلامی کا کردار

آزادی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اپنی قوم کو دوسری قوموں کی غلامی سے نجات دلانا انبیاء کرام کی سنت ہیں۔ برصغیر میں آزادی کے لئے چلنے والی تحریکوں میں علماء و مشائخ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آگے چل کر ان کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ وہ تھا جو کانگریس کے ساتھ مل کر انگریز کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور دوسرا گروہ وہ تھا جس نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں حصول پاکستان کی جنگ لڑی اور اس دوسرے گروہ میں پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب سیال شریف، پیر صاحب بھرچونڈی شریف، پیر جماعت علی شاہ، علامہ عبدالحامد بدایونی، پیر صاحب گولڑہ شریف، علامہ عبدالغفور ہزاروی، محدث کچھوچھوی، سید احمد سعید شاہ کاظمی، علامہ یار محمد صاحب بندیالوی، مولانا عبدالستار خان نیازی و غیرہم جیسی مقتدر ہستیاں شامل تھیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علماء کرام کا پہلا گروہ تحریک پاکستان کا مخالف تھا اور دوسرا زبردست حامی تھا۔

مگر مولانا مودودی کا کردار علماء کی ان دونوں جماعتوں سے مختلف ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو کانگریس کی شدید مذمت کی اور ان علماء کو ہدف تنقید بنایا جو

آزادی کی جدوجہد میں شریک تھے۔ان کے نظریات کی تردید میں "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول حصہ دوم اور "مسئلہ قومیت" جیسی کتابیں لکھیں۔اور دوسری طرف جب مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے شعور واحساس نے مطالبہ پاکستان کی عملی شکل اختیار کی تو وہ اس کے بھی بے رحم ناقد بن گئے۔اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر انہوں نے مسلم لیگ، قائداعظم اور پاکستان کے خلاف بھی جی کھول کر انشاء پردازی کے جوہر دکھائے۔کانگرس اور مسلم لیگ دونوں سے عوام کو بیزار کرنے کی کوشش کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ مودودی صاحب اپنے طور پر انگریز کے خلاف صحیح خطوط پر کوئی تحریک منظم کرتے لیکن کسی ایسی تحریک کا اجراء تو ایک طرف رہا بد قسمتی سے ان کی تحریروں نے الٹا انگریز کے ہاتھ مضبوط کیئے۔کیونکہ ان کے نزدیک ہندوستان کو انگریزی امپریلزم سے نجات دلانے کی جدوجہد کسی قدر و قیمت کی حامل نہ تھی۔وہ ایک طرف مسلم لیگ اور کانگریس کو لتاڑ رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان قوم کو یہ سمجھانے کی کوشش کررہے تھے کہ۔

"مسلمان ہونیکی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپریلزم سے آزاد کرالیا جائے۔انگریز کی حاکمیت سے نکلنا تو صرف لاالہ کا ہم معنیٰ ہوگا۔فیصلہ کا انحصار محض اس نفی پر نہیں ہے کہ اس کے بعد اثبات کس چیز کا ہوگا۔اگر آزادی کی یہ ساری لڑائی صرف اس لیے ہے اور مجاہدین حریت میں سے کون صاحب یہ جھوٹ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ اس لیے نہیں ہے کہ امپریلزم کے الہٰ کو ہٹا کر ڈیموکریسی (جمہوریت) کے الہٰ کو بت خانہ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے۔تو مسلمانوں کے نزدیک درحقیقت اس نے کوئی

فرق بھی واقع نہیں ہوتا۔ لات گیا منات آگیا۔ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی"۔(سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۲۷)

آزادی وطن کے لئے جتنی مسلم جماعتیں کام کررہی تھیں مولانا مودودی نے ان کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔فرماتے ہیں۔

"اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کررہی ہیں۔اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گی۔خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علماء دین اور مفتیانِ شرع متین دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریے اور پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں۔دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں"۔(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۲۸)

مودودی صاحب کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آزادی کی مسلم جماعتوں کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں۔تاکہ وہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ بلاخوف و خطر کتب فروشی کا کاروبار جاری رکھ سکیں۔انہوں نے صاف صاف کہا۔

"مسلم لیگ، احرار، خاکسار، جمعیۃ العلماء اور آزاد کانفرنس سب کی اس وقت کی عام کارروائیاں صرف باطل کی طرح محو کردینے کے لائق ٹھہرتی ہیں۔نہ ہم قومی اقلیت ہیں نہ آبادی کی فی صد تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے۔نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنا پر ہماری کوئی لڑائی ہے نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں۔نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے۔"

(مسلمانوں کی موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم)

مولانا مودودی کو بجا طور پر اندازہ تھا کہ انگریز کے راج میں اسلام کے نام پر پیری مریدی کا جدید نظام قائم کرنے میں انہیں زیادہ سہولتیں حاصل ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی مسلم حکومت قائم ہو گئی تو ظاہر ہے وہ مسلمانوں کو کافر بنانے والی اس مہم کے جاری رکھنے میں قدم قدم پر مزاحم ہو گی اور وہاں چونکہ صرف مسلمان آباد ہوں گے اس لیے ایسی فضاء میں اسلام کے نام پر من گھڑت نظریے پیش کرنے پر سخت احتساب ہو گا۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ مسلمانوں کی آزاد قومی حکومت کے مقابلے میں موجودہ انگریز حکومت اقامت دین کے پروگرام کے لئے مفید ثابت ہو گی اس لیے انہوں نے لکھا ہے کہ۔

"اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت ضائع یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں۔ جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے مقصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہو گی بلکہ کچھ زیادہ ہی سد راہ ہو گی۔" (مسلمان کی موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم جلد ۲۲۲)

مسلم لیگ، اقبال کے تصور پاکستان اور قائد اعظم کے خلاف مضامین کا سلسلہ مودودی صاحب نے ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء میں شروع کیا ہوا اور ۱۹۴۱ء میں جب کہ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مسلمانان ہند متحد ہو کر آزادی کے لئے جہاد کرنے میں مصروف تھے سیاسی کشمکش جلد سوم کے نام سے انہیں کتابی صورت میں چھاپ کر ہزاروں فروخت پیش کیا گیا۔ سیاسی کشمکش کے پہلے دو حصے شائع ہوئے تھے تو مسلم لیگ نے انہیں کانگریس کے خلاف استعمال کیا اور جب تیسرا حصہ شائع ہوا تو کانگریس نے اسے مسلم لیگ کے خلاف استعمال کیا۔

قرارداد پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک مودودی صاحب قائد اعظم، مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف اپنی خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ اب اس سلسلے کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان میں اس سے پہلے بھی عام مسلمانوں کا اعتماد علماء دین سے ہٹ کر اس شدت کے ساتھ غیر دین دار اور ناواقف دین راہنماؤں پر نہیں جما تھا۔ میرے نزدیک صورت حال اسلام کے لیے وطنی قومیت کی تحریک سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ لوگوں کی قیادت میں ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا علیحدہ وجود برقرار رکھا بھی۔ جیسا کہ ترکی اور ایران میں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ تو ان کے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فنا ہو جانے میں آخر فرق کیا ہے۔"

(سیاسی کشمکش ص ۱۳)

ایک اور جگہ اسی کتاب میں مولانا مودودی یوں رقمطراز ہیں۔

"اس تنظیم میں (مسلم لیگ) جو لوگ سب سے آگے صف میں نظر آتے ہیں اسلامی جماعت میں ان کا صحیح مقام سب سے پیچھے کی صف ہے بلکہ بعض تو بمشکل ہی جگہ پا سکتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو پیشوا بنانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ریل کے سب سے پچھلے ڈبے کو انجن کی جگہ لگا دینا۔ جس چڑھائی پر آپ جانا چاہتے ہیں یہ نام نہاد انجن آپ کی گاڑی کو اس طرف ایک انچ لے کر نہیں جا سکتا۔"

(سیاسی کشمکش ص ۱۰۶)

ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ میں بھی مولانا مودودی یوں رقمطراز ہیں

"افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک کوئی بھی ایسا نہیں جو

اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔"

مولانا مودودی سیاسی کشمکش کے ص ۷۵ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی۔ ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہو گا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہو گی۔ اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے۔"

مولانا مودودی صاحب تو ۱۹۴۶ء تک اسلامی نظام کے قیام کو نہ صرف ایک معجزہ سمجھتے تھا بلکہ انہیں اس کے قیام میں شک تھا۔ فروری ۱۹۴۶ء کے ترجمانِ قرآن میں فرماتے ہیں۔

"جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں خواہ کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا"۔

۱۹۴۶ء کا زمانہ وہ ہے جب اکھنڈ بھارت یا پاکستان کے موضوع پر الیکشن ہونے والے تھے۔ تحریک پاکستان اپنے پورے عروج پر تھی۔ عالم و عاصی، صالح و گنہ گار ہر مسلمان "لے کے رہیں گے پاکستان" کا نعرۂ حق بلند کر رہا تھا۔ مگر ترجمان القرآن کا مدیر مولانا مودودی اس زمانے میں بھی مسلم لیگ اور اس کے راہنماؤں پر عقب سے وار کرنے میں مصروف تھا۔ اور انہیں علی الاعلان اسلام دشمن قرار دے رہا تھا۔ فروری ۱۹۴۶ء ص ۱۵۸ کے ترجمان القرآن میں آپ نے لکھا ہے۔

"مسلم لیگ مسلمانوں کو اسلام اور اس کی تہذیب اور اس کے احکام کی اطاعت سے روز بروز دور تر لیے جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عام مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کے لئے اس میں اسلام کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ لیکن یہ چیزیں صرف سطح بین لوگوں کو دھوکہ میں ڈال سکتی ہیں۔ لیگ کی قیادت، اس کی پالیسی کی تشکیل، اس کے پورے نظام کی کارفرمائی ایک ایسے طبقے کے ہاتھ میں ہے جو زندگی کے جملہ معاملات میں دین کی بجائے دنیوی نقطہ نظر سے سوچنے اور کام کرنے والا ہے۔"

○○○